جُہدِ مسلسل کی علامت

مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم

حافظ محمد مشتاق ربانی

مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم ایک عظیم اسلامی محقق اور ممتاز عالم دین تھے۔ دسمبر 2015ء میں وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ مارچ 1925ء کو کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ' مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ وہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (مؤلف؛ پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں) کے شاگردوں میں سے تھے' جن سے آپ نے عقلی و نقلی علوم کے ساتھ ترجمۃ القرآن بطور خاص سیکھا۔ شیخ المحدثین حافظ محمد گوندلویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (یہ دونوں اہل حدیث مکتبہ فکر کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں) سے احادیث کی بعض کتابیں پڑھیں۔ مولانا بھٹی نے درس نظامی کی تکمیل اپنے وقت کے چوٹی کے علماء سے کی۔ آپ تمام عمر مختلف اسلامی موضوعات پر لکھتے رہے۔ فقہائے ہند' بزم ارجمنداں' اہل حدیث خدام قرآن' نقوشِ عظمت رفتہ' کاروان سلف' ہفت اقلیم ان کی بطور خاص تصانیف ہیں۔ ان کی تصانیف کی کل تعداد چالیس کے قریب بنتی ہے۔ ان کی کتاب فقہائے ہند' دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ سوانح نگاری سے ان کو خصوصی دلچسپی تھی۔ وہ ایک بہترین خاکہ نویس تھے۔ تذکرہ نویسی ان کے ہاں بطور فن نظر آتی ہے۔ خاکہ نویسوں کی اگر تاریخ مرتب کی جائے تو مولانا محمد اسحاق بھٹی اس میں نمایاں مقام پائیں گے۔ ان کے ہاں خاکہ نویسی کا فن دیکھنا ہو تو "ہفت اقلیم" اس کی واضح مثال ہے۔

وہ لکھوی خاندان اور امام عبدالجبار غزنوی کے خاندان کی علمی اور دعوتی سرگرمیوں سے بہت متاثر تھے۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزادؒ (صاحب ترجمان القرآن) اور مولانا حنیف ندویؒ (ایک عظیم متکلم اور ہفت روزہ الاعتصام کے پہلے ایڈیٹر) کی عظمت کے معترف رہے۔ انہیں

مولانا آزادؒ کو براہ راست سننے کا موقع بھی نصیب ہوا۔ مولانا بھٹی تاریخ اور تراجم میں ایک مضبوط سند تھے۔ دینی اردو ادب پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ خاص طور پر اہلحدیث علماء کرام پر انہوں نے خوب لکھا۔ ان کی صحافتی زندگی بہت پھیلی ہوئی ہے۔ مولانا صاحب نے آزادی کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا اور اسیر بھی رہے۔ اس سیاسی جدوجہد سے ان کے مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان کی سیاسی جدوجہد کی تفصیل ان کی کتاب ''نقوشِ عظمت رفتہ'' میں پڑھی جاسکتی ہے۔ آزادی کی جدوجہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک جری انسان تھے اور کسی قسم کا خوف بھی ان کا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔

مولانا اسحاق بھٹی ہفت روزہ مجلّہ الاعتصام' سے منسلک رہے۔ اس رسالے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مولانا حنیف ندوی بھی اس کے ایڈیٹر رہے۔ یہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی نمائندگی کرتا ہے۔ مجلّہ الاعتصام کے ساتھ وہ تقریباً 16 سال وابستہ رہے۔ مولانا بھٹی کی ادارہ ثقافت اسلامیہ سے بھی تقریباً 32 سال وابستگی رہی۔ اس ادارہ میں انہوں نے محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور ان کی صلاحیتیں مزید نکھر آئیں۔ وہ جہاں بھی رہے خوب لگن سے کام کیا۔ وہ کوئی سیلانی طبیعت کے مالک نہ تھے' بلکہ ان کے مزاج میں ٹھہراؤ تھا۔ انہوں نے کئی اخبارات میں مضامین لکھے اور مجلات سے منسلک رہے۔

ترجمہ نگاری میں بھی مولانا بھٹی کا عمدہ کام ہے۔ ابن ندیم کی' الفہرست' کا عربی سے اردو میں بڑا رواں اور سلیس ترجمہ کیا۔ آپ ان کے ترجمہ کے لیے منتخب کام پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بالغ نظر شخصیت تھے۔ ''الفہرست'' کتب کے حوالے سے ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے' جس کی ہر طرف طلب ہے۔ یہ کتاب ہر محقق کی ضرورت ہے اور موجودہ دور میں تحقیق کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارے ہاں ترجمہ نگاری کی طرف کم توجہ ہے۔ ایک دوسرے کے فکر و فلسفہ سے ہمیں استفادہ کرنا چاہیے۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ زبان سیکھیں جس میں وہ فکر و فلسفہ موجود ہے' اور اگر یہ نہیں تو ماہرین لسانیات کو ترجمہ نگاری کی طرف متوجہ ہونا چاہئے' جس طرح مولانا بھٹی اور دیگر فضلاء نے بعض عمدہ ترجمے کیے۔

اگرچہ مولانا ایک خاص مسلک سے تعلق رکھتے تھے' لیکن وہ کشادہ ذہن کے مالک'

وسیع النظر اور ایک صاحب بصیرت انسان تھے۔ وہ سب کی خوبیوں کو سراہتے اور سب کی خامیوں کو اصلاح کی غرض سے ہدف تنقید بناتے۔ مولانا بھٹی کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ جہاں دیدہ شخص تھے اور اپنی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز سے گزر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے انہوں نے 91 سال عمر پائی۔ وہ خوش طبع اور شگفتہ مزاج عالم دین تھے۔ شیرینی گفتگو سے وہ مجلس کو پُر لطف بنا دیتے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ان کی خوب تواضع کرتے۔ ہر کوئی بآسانی ان سے مل کر فیض حاصل کر سکتا تھا۔ عام طور پر اہلحدیث کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ روکھے ہوتے ہیں' لیکن مولانا صاحب بڑے شگفتہ مزاج کے حامل تھے۔ جو ایک دفعہ ان سے ملتا' وہ دوبارہ ان سے ملنے کی تمنا کرتا۔ ظریفانہ مزاج کے مالک اور ہر کسی سے تبسم کے ساتھ ملتے۔ وہ ''وجه طلق'' کی عملی تصویر تھے۔

مولانا صاحب لکھنے کے شہسوار تھے۔ ان کی پہچان ہی ایک بہترین لکھاری کی تھی۔ ان کا اسلوب نگارش دل نشین تھا۔ علماء کرام عام طور پر خطابت پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہیں لیکن ان کے ہاں زبان سے زیادہ قلم کی اہمیت نظر آتی ہے۔ قلم بھی انہوں نے اسلام کی خاطر استعمال کیا۔ آپ نے علمی کام کرنے والی شخصیات کو ایک نئی زندگی عطا کی اور بعض شخصیات کو گمنامی سے نکالنے کی کوشش کی۔ اس حوالے سے عوام پر ان کا احسان ہے کہ انہوں نے دینی شخصیات کے نئے پہلو متعارف کروائے۔ اردو ادب کی صنف سوانح نگاری کی آبیاری کی۔ انہوں نے مولانا مودودیؒ کی اصطلاح ''ادب برائے زندگی'' کو پروان چڑھایا۔ وہ صرف صاحب قلم ہی نہیں ایک خطیب بھی تھے اور دعوت دین کے جذبہ سے کچھ عرصہ مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے رہے۔

وہ ایک باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ متانت ان کا زیور تھا۔ ہر کسی سے ملنساری سے ملتے۔ تواضع اور سادگی سے آراستہ تھے۔ نوجوانوں سے خاص محبت تھی اور ان کی دینی امور کے بارے میں رہنمائی کرتے تھے۔ وہ ستاروں پر کمند ڈالنے والے نوجوانوں کی خصوصی حوصلہ افزائی فرماتے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کو دینی علوم اور عربی زبان وادب کی جانب راغب کریں۔ عربی ادبیات دراصل قرآن وحدیث کی تفہیم کے لیے آلہ اور بنیادی علم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا اسحاق بھٹی کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے جو عوام اور روایتی علماء کو جامد اور اندھی تقلید سے نکال کر خالص توحید کی طرف لے کر جانا چاہتے تھے۔ اسلام ہمیں اکابر کے ساتھ وابستہ رہنا سکھاتا ہے، لیکن وہ ساتھ غور وفکر پر بھی زور دیتا ہے۔ ہمارے زوال کی ایک علامت جامد تقلید ہے۔ اسلام ہمیں تحقیق پر آمادہ کرتا ہے۔ مولانا بھٹی اور اس قبیل کے دیگر چند علماء کرام لوگوں کو حقیقی اسلام کی راہ دکھانے والے ہیں۔ بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو اگرچہ ایک خاص مسلک کی پابند ہوتی ہیں لیکن وہ اعتدال اور رواداری کا دامن تھامنے کی وجہ سے سب کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ مولانا ان میں سے ایک ہیں۔ دوسرے مسالک کے نمائندگان سے بھی ان کا پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ اگرچہ انہوں نے شخصیات پر زیادہ کام کیا لیکن وہ خود کسی خاص شخصیت کے اسیر نہیں ہوئے، صرف ان کی خدمات کی حد تک دلچسپی رکھی۔

مولانا بھٹی نے اپنی سرگذشت 'گزر گئی گزران' کے عنوان سے تحریر کی اور اس کو دلچسپ طرزِ تحریر سے آراستہ کیا۔ اس کو پڑھنے سے تاریخ کے اس خاص عہد کے بارے میں جان کاری ہوتی ہے، جس میں مولانا بھٹی نہایت فعال رہے ہیں۔ یقیناً وہ علماء کرام کو پیغام دے گئے ہیں کہ وہ وعظ ونصیحت اور خطابت کے ساتھ ساتھ لکھنے پر بھی توجہ دیں، کیونکہ قلم انسان کو زندہ رکھتا ہے۔ اگرچہ لکھنے کا کام خطابت کی نسبت دشوار ہے لیکن قلم تبلیغ کا ایک پُر وقار ذریعہ ہے۔

مولانا اسحاق بھٹی کی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ بعض جامعات میں ان پر مقالات بھی لکھے گئے ہیں۔ ایک مقالہ پروفیسر فوزیہ سحر ملک نے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے مولانا کی خاکہ نگاری کے بارے میں لکھا۔ جامعہ پنجاب میں ہی ایک دوسرا مقالہ پروفیسر حماد لکھوی کی نگرانی میں لکھا گیا۔ مولانا کی شخصیت پر مولانا محمد رمضان سلفی نے عمدہ کتاب تحریر کی ہے۔ اس کتاب کا ناشر مکتبہ رحمانیہ (ناصر روڈ، سیالکوٹ) ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین (بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور)